(7)

نظمِ جہاں بدلنے کا عنوان مرحبا
اسلام کی نجات کا سامان مرحبا
انساں صداقتوں کا نگہبان مرحبا
بندہ خدا کی راہ میں بے جان مرحبا
اپنے اصول چھوڑ گیا غور کے لیے
اُس کا پیام ایک ہے ہر دور کے لیے

(8)

اس کے پیام اُس کی امانت کو آفریں
سوکھے لبوں پہ حرفِ حقیقت کو آفریں
اُس دل کو دل میں صبر کی قدرت کو آفریں
جسمِ بشر میں روحِ شرافت کو آفریں
اُس پر سلام پیاس کے صدمے جو سہہ گیا
کہنے کی بات حلقِ بریدہ سے کہہ گیا

(9)

کیا بات اُس کی جو ہو شہیدوں میں سربلند
سلطانِ کائنات کا فرزندِ ارجمند
تنہا نہ تھا وہ اپنے ارادوں پہ کاربند
عزت کی موت اس کے غلاموں نے کی پسند
اُس کے بھی تھے شریک وہ کم تھے کہ بیش تھے
ہاتھوں پہ سر لیے ہوئے سب پیش پیش تھے

(10)

عالم میں بے مثال ہے یہ کربلا کی جنگ
یکساں وغا کی بندہ و آقا کو تھی اُمنگ
کچھ سن کا امتیاز نہ تفریق نسل و رنگ
حق کی صلائے عام تھی میدان تھا نہ تنگ
ہر باوفا حسینؑ کے قدموں میں سوگیا
آقا کا خوں غلام کا خوں ایک ہوگیا

(11)

وہ اِرد گرد پیکرِ انصارِ باوفا
دریا تلک غریب کے فِدیوں کا سلسلہ
ہر عہد میں ہیں ذکر کے قابل وہ باوفا
چھوٹے بڑے سب ایک ہی منزل کے رہنما
بعدِ فنا بھی جوشِ وغا میں تنے ہوئے
بچے ذرا ذرا سے سپاہی بنے ہوئے

(12)

جانیں نثار کی ہیں کہ اللہ کی پناہ
کیا کارواں تھا جس کی یہ دنیا ہے گردِ راہ
حیراں ہیں اب بھی قطع منازل پہ مہر و ماہ
پڑتی ہے ہر مفکر و خوش فکر کی نگاہ
انسانیت کا نور تھے ظلمت کے واسطے
لاشیں تھیں زندگی کی ہدایت کے واسطے

(13)

سب سے قریب خاک میں اک نعشِ خوں چکاں
وہ امتیاز دولتِ سالارِ کارواں
اسلام کا مجاہدِ بے شیر و بے زباں
پہنے ہوئے بلّور سی گردن میں ہنسلیاں
جانِ رباب جانِ پدر جانِ کربلا
چھ ماہ کا وہ فاتحِ میدانِ کربلا

(14)

جھولے سے گر کے جس کو یہ حاصل ہوا مقام
لکھا ہے کربلا کی بلندی پہ جس کا نام
جس کے زباں دکھانے پہ حجت ہوئی تمام
بچہ کہ جس کو حجّتِ آخر کریں سلام
وا جس کے اشتیاق میں ہر ماں کی گود ہے
گہوارہ جس کا آج مسلماں کی گود ہے

(15)

اس طفلِ شیر خوار کی ہے داستاں عجیب
کب تیر جاں ستاں کا نشانہ ہوا غریب
جب گود میں پدر کی رگِ دل سے تھا قریب
پانی کی جستجو میں شہادت ہوئی نصیب
سب کا جو لاڈلا تھا حسینی سپاہ میں
خیمہ سے ہاتھوں ہاتھ گیا رزم گاہ میں

(16)

اکبرؑ کے بعد موت کی گودی میں جو گیا
بے دودھ نیند آگئی پیاسا ہی سوگیا
دنیا میں جس کا نام ہی بے شیر ہوگیا
وہ چاند فوجِ شام کی بدلی میں کھوگیا
سورج ہزار اُس پہ تصدّق ہزار چاند
جس نے لگائے باپ کی محنت میں چار چاند

(17)

نورِ نظر کی شان سے جو چشمِ نم میں ہے
یہ کائنات ماں کی طرح جس کے غم میں ہے
گھر گھر میں جس کا ذکر ٹھکانا اِرم میں ہے
نوحہ عرب میں جس کا ہے ماتم عجم میں ہے
مہماں پرست ہند کے اک اک دیار میں
جھولا ہے جس کا آج تلک انتظار میں

(18)

تاریخ جس کے قتل کی لائی نہیں مثال
پانی کے مانگنے پہ ہو گرتا لہو میں لال
اِس زخمِ دل کا بھی کہیں ممکن ہے اندمال
وہ درد ناک موت کہ تفصیل ہے محال
سجادؑ جن کے صبر کی کچھ انتہا نہیں
پوچھیں کہ شیر خوار کا قاتل ملا نہیں

(19)

نزدیک خوابِ مرگ میں اک اور لاڈلا
شہزادیٔ حجاز کی آغوش میں پلا
آلودہ خاک و خوں میں جوانی کا ولولا
ہم صورتِ رسولؐ پہ تقدیرِ کربلا
وہ عکسِ بے مثال نبیؐ کے جمال کا
پورا جواں بھی نہیں اٹھارہ سال کا

(20)

وہ عزم و اختیار وہ قدرت کہ الاماں
وقتِ اجل قریب تھا اک شب تھی درمیاں
کیا مطمئن خیام میں سویا یہ نوجواں
تصویرِ درد ہے شبِ عاشور کا سماں
دل سے لگی تھی شکلِ پسر دیکھتی رہی
ماں شمع لے کے تا بہ سحر دیکھتی رہی

(21)

انگڑائی لے کے صبح جو اٹھا یہ لالہ فام
حالاتِ زندگی نے دیا موت کا پیام
اُس ماں کو نونہالوں کا اسلام کے سلام
اِک وہ بھی چاہ پیار تھا اک یہ بھی اہتمام
انسانیت کی حق کی صداقت کی راہ میں
دولھا بنا کے بھیج دیا قتل گاہ میں

(22)

جذبہ تو دیکھیے اُسی بی بی کا تھا جگر
اس شوق میں کھڑی رہی آ کر قریب در
لڑتا ہے کس طرح سے مرا نوجواں پسر
پردے کی آڑ سے رُخِ سرور پہ تھی نظر
آقا تھے خوش پسر کی شجاعت کو دیکھ کر
یہ مطمئن حسینؑ کی صورت کو دیکھ کر

(23)

سینہ پہ نونہال کے برچھی لگی ہے جب
گھوڑے سے جب زمیں پہ گرا ہے یہ تشنہ لب
ہر چند امر صبر پہ مامور تھے یہ سب
آنکھوں میں آگئے ہوں جو آنسو تو کیا عجب
احساس مادری سے محل یَر کا نہ تھا
آخر تو ماں کا دل تھا کسی غیر کا نہ تھا

(24)

دنیا میں یادگار ہے اس شیر کا جہاد
یہ حال تھا کہ جیسے بر آئے دلی مراد
مقصودِ زندگی نے کیا جب اجل کو یاد
آئی فضائے دشت سے آواز زندہ باد
توڑا پدر کی گود میں دم نورِ عین نے
تنہا تھے خود ہی لاش اٹھائی حسینؑ نے

(25)

ہم نام تھا علیؑ کا شجاعت تھی فرشِ راہ
اُس سے بڑے بڑوں نے ملائی نہیں نگاہ
یہ نوجوانِ قوم ہیں سب اکبری سپاہ
کلمہ اسی کے نام کا پڑھتے ہیں کج کلاہ
تاریخ کی بلند نگاہوں میں فرد ہے
بچہ یہ خاندانِ رسالتؐ کا مرد ہے

(26)

زخموں سے چور بحرِ شجاعت کا اک نہنگ
مرنے کی جس کے دل میں سویرے سے تھی امنگ
چہرہ کا شوقِ جنگ میں نکھرا ہوا تھا رنگ
مولاؑ نے کی اجازتِ میداں میں کچھ درنگ
قسمت نے دی صدا وہ رُکے گا نہ آپ سے
اذنِ وغا ملے جسے ورثہ میں باپ سے

(27)

یہ نوجواں تھے جن کے جوانی کو آفریں
تعمیرِ قوم کرتے ہیں ایسے ہی خوش یقیں
اسلام کی حیات تھی مقصودِ اوّلیں
دھڑکا یہ تھا اُصول کو جنبش نہ ہو کہیں
شایانِ حرزِ جاں نہ تھے تیور دلیر کے
تعویذ حُبِّ مرگ تھا بازو پہ شیر کے

(28)

ایسا لڑا کہ قوم میں ہے وجہ افتخار
گھوڑے سے جب گرا ہے یہ ہنگامِ کارزار
دشمن نے جسمِ زار پہ دوڑا دیے سوار
پامالِ انتقام ہُوا یہ وفا شعار
یہ حال تھا چچا کی نہ گودی میں آسکا
لاشہ بھی من چلے کا نہ خیمہ میں جاسکا

(29)

بیوہ کا لال تھا یہ طرحدار و شعلہ خو
کم سِن مگر قریب تھا ہنگامِ رنگ وبو
امکان ہے کہ ماں کو ہو شادی کی آرزو
اِس آرزو کی رہ گئی دنیا میں آبرو
تقدیر نے بہار سراپا بنا دیا
قدرت خدا کی موت نے دولھا بنادیا

(30)

پامال ہو رہا تھا پسر کا اِدھر شباب
بابا اُدھر بقیع کی جنت میں محوِ خواب
کیا جانیے لحد کو سکوں تھا کہ اضطراب
مادر کے صبر و ضبط کا ممکن نہیں جواب
گھر بھر کو شوقِ دید تھا کیسی لڑائی تھی
ڈیوڑھی پہ اُن کی پالنے والی بھی آئی تھی

(31)

یکجا تھے دو حسینؑ کے کم عمر جاں نثار
ہمت پہ جن کی دیکھنے والوں کو آئے پیار
یہ جعفری تھے ثانیِ زہراؑ کے گلِ عذار
چھوٹا تھا مرتے دم بھی بڑے کے گلے کا ہار
کپڑے بدل کے دوش پہ زلفیں سنوار کے
بھیجا تھا ماں نے بھائی کے بچوں پہ وار کے

(32)

نزدیک آرہے تھے جوانی کے صبح و شام
جینے سے منہ پھرائے تھے لیکن یہ لالہ فام
بچوں میں تھے مگر ہے جوانوں سے بڑھ کے نام
کیا کیا ہوئے تھے برچھیاں کھانے کے انتظام
مادر نے سب بزرگوں کے تیور بتائے تھے
شب بھر بہادری کے فسانے سنائے تھے

(33)

کس کو نصیب ہوتی ہے یہ منزلِ وفا
پیشِ نظر تھی تشنگیِ شاہِ کربلا
سنتے ہیں علقمہ کی طرف رُخ نہیں کیا
مشہور ہے کہ ماں کا اشارہ بھی اس میں تھا
پیاسے تھے تین دن کے مگر کیا غیور تھے
لاشے بھی شاہزادوں کے دریا سے دور تھے

(31)

یکجا تھے دو حسینؑ کے کم عمر جاں نثار
ہمت پہ جن کی دیکھنے والوں کو آئے پیار
یہ جعفری تھے ثانیِ زہراؑ کے گلِ عذار
چھوٹا تھا مرتے دم بھی بڑے کے گلے کا ہار
کپڑے بدل کے دوش پہ زلفیں سنوار کے
بھیجا تھا ماں نے بھائی کے بچوں پہ وار کے

(32)

نزدیک آرہے تھے جوانی کے صبح و شام
جینے سے منہ پھرائے تھے لیکن یہ لالہ فام
بچوں میں تھے مگر ہے جوانوں سے بڑھ کے نام
کیا کیا ہوئے تھے برچھیاں کھانے کے انتظام
مادر نے سب بزرگوں کے تیور بتائے تھے
شب بھر بہادری کے فسانے سنائے تھے

(33)

کس کو نصیب ہوتی ہے یہ منزلِ وفا
پیشِ نظر تھی تشنگیِ شاہِ کربلا
سنتے ہیں علقمہ کی طرف رُخ نہیں کیا
مشہور ہے کہ ماں کا اشارہ بھی اس میں تھا
پیاسے تھے تین دن کے مگر کیا غیور تھے
لاشے بھی شاہزادوں کے دریا سے دور تھے

(37)

وہ حُسنِ بے پناہ، وہ اٹھتی جوانیاں
جن کا بیان کر نہ سکیں خوش بیانیاں
مظلوم ایلچی کی وہ مٹتی نشانیاں
اب تک ہیں مرثیہ کی زباں میں کہانیاں
یہ نوجوان آپ ہی اپنی مثال ہیں
اسلام کا غرور ہیں مسلم کے لال ہیں

(38)

کیا ایک نوجوان تھا کیا ایک مہ جبیں
مسلخ تھی اہل بیتؑ رسالت کی یہ زمیں
ایک ایک کی ادائے شہادت تھی دل نشیں
جن کی نظیر عالمِ اسباب میں نہیں
کیا جانے کیسے ارض وسما تھے ٹکے ہوئے
اللہ ایک دن میں یہ سب معرکے ہوئے

(39)

بچّوں کے گھر میں تشنہ دہانی کا معرکہ
سقّہ کے خوں فرات کے پانی کا معرکہ
شمشیرِ ہاشمی کی روانی کا معرکہ
اس عہد کے علیؑ کی جوانی کا معرکہ
تنہا تمام نہر پہ قبضہ کیے ہوئے
دل کے قریب مشکِ سکینہؑ لیے ہوئے

(40)

ٹکرا رہا تھا موت سے کیا آن بان تھی
بھر پُور تھا شباب تو ہمت جوان تھی
خیمہ کا رُخ تھا مشکِ سکینہؑ میں جان تھی
دو دن کی تشنگی پہ وفا کی یہ شان تھی
آتی تھی مرحبا کی صدا شش جہات سے
پیاسا پلٹ رہا تھا بہادر فرات سے

(41)

وہ دل کا جوش رُخ سے نمودار الاماں
دنیا کی جان لینے پہ تیار الاماں
حق کی سپر حسینؑ کی تلوار الاماں
بچوں سے پانی لانے کا اقرار الاماں
چرچے بہادروں میں ہیں اس جاں نثار کے
بازو دیے ہیں مشک پہ صدقے اُتار کے

(42)

بے دست ہوگیا تو ملی شانِ جعفری
تھی ہمہمہ سے لشکرِ دشمن میں ابتری
دریائے خوں میں ہائے وہ اُس کی شناوری
خیمہ کا رخ کیے ہوئے بڑھتا رہا جری
دو ٹھوکروں میں فوج کا طوفاں سرک گیا
دانتوں میں مشک لے کے بڑی دور تک گیا

(43)

اشرار سے نگاہ ملاتا ہوا چلا
تیروں کی زد سے مشک بچاتا ہوا چلا
پانی سا اپنا خون بہاتا ہوا چلا
تلواریں جھوم جھوم کے کھاتا ہوا چلا
سو زخم کھائے اور نہ غش کھا کے گر پڑا
آیا جو تیر مشک پہ تیورا کے گر پڑا

(44)

یہ شیر ہے دیارِ جلالت کا حکمراں
ملت کے نوجوان دلوں کا نگاہباں
صدیوں سے اُس کے نام پہ عاشق ہیں نوجواں
ہر ایک جانتا ہے اُسے میرِ کارواں
سینوں میں دل تڑپتے ہیں تسلیم کے لیے
جھکتے ہیں سر نشان کی تعظیم کے لیے

(45)

اُس ماں کا لال تھا یہ جواں مرگ پُر جگر
پہنچی ہے کربلا سے مدینہ میں جب خبر
مسجد میں کہہ رہا تھا یہ قاصد بچشمِ تر
کس بے کسی میں قتل ہوئے شاہِ بحر و بر
دشمن تھے سب رفیق کوئی پاس تھا کہاں
بولی تڑپ کے ماں مرا عباسؑ تھا کہاں

(46)

ڈوبا ہوا لہو میں تھا ایک اور نونہال
صدقے ہو جس پہ حُسن بھی وہ صاحبِ جمال
اصغرؑ کے بعد سارے شہیدوں میں خردسال
جو وقتِ عصر آ کے ہوا تھا شریکِ حال
بے دست بازوئے شہؑ دلگیر کی طرح
پیکاں گلوئے خشک میں بے شیر کی طرح

(47)

جب جھومتے تھے خاک پہ بیٹھے ہوئے حسینؑ
گیتی کو زلزلہ تھا لرزتے تھے مشرقین
موجیں لبِ فرات سے جب کر رہی تھیں بین
حاضر تھا خیمہ گاہ کے در پر یہ نورِ عین
تڑپا یہ حالِ سیدِ ابرار دیکھ کر
نیزوں کے وار تیروں کی بوچھار دیکھ کر

(48)

اس کم سنی میں ٹھاٹھ بدلنے کو دیکھیے
آنکھوں سے دردِ دل کے اُبلنے کو دیکھیے
تیغوں میں برچھیوں میں نکلنے کو دیکھیے
مادر کے روکنے پہ مچلنے کو دیکھیے
رہبر پہ جان دینے کو راہی نکل گیا
ماں دیکھتی رہی یہ سپاہی نکل گیا

(49)

دو دن کی بھوک پیاس میں یہ ہوش یہ حواس
یہ فرض کا شعور محبت کا یہ اساس
جب عزم مستقل ہو تو کیا خوف کیا ہراس
خطروں کو روندتا ہوا پہنچا یہ حق شناس
ہاتھوں نے بڑھ کے گرمیِ رفتار روک لی
آتی ہوئی حسینؑ پہ تلوار روک لی

(50)

یہ بندگانِ ظلم سے زور آزمائیاں
دن رسن یہ کھیل کود کے یہ حق نمائیاں
صدقے ہوئیں حسینؑ پہ دونوں کلائیاں
ایسے ہی ہاتھ کرتے ہیں مشکل کشائیاں
قربانیاں ہوئی تھیں جہاں رنگ لائی ہیں
ایسے ہی جاں نثاروں نے قومیں بچائی ہیں

(51)

بے دست ہو کے خاک پہ تڑپا وہ مہ جبیں
کیا جانے ایک آہ بھی کی اُس نے یا نہیں
شاید لبِ حسینؑ سے نکلی ہو آفریں
آغوش ماں کی دور تھی اور موت تھی قریں
اک تیر کھا کے حلق پہ بے جان ہو گیا
فدیہ تھا جس کا اُس کی ہی گودی میں سو گیا

(52)

انصارِ باوقار کے لاشے وہ چار سو
جن سے وفا کا نام محبت کی آرزو
واللہ کیا تآل تھا کیا ذوقِ جستجو
صل علیٰ نبیؐ کے لہو میں ملا لہو
اپنوں کی طرح ساتھ دیا کیا سعید تھے
دو اِن مجاہدوں میں بھی کم سن شہید تھے

(53)

دولھا کے ساتھ خاک پہ سوئی ہوئی برات
آغوش نینوا میں تھی یثرب کی کائنات
نظارۂ جمال سے حیرت میں شش جہات
ایک ایک کی جبیں پہ وہ تابانیِ حیات
مقتل میں چاند سے نظر آتے تھے دور سے
روشن جبینِ شام تھی چہروں کے نور سے

(54)

اُس یادگار صبح کی وہ یادگار شام
وہ قتل گہ کے سامنے جلتے ہوئے خیام
میدان میں حسینؑ کے اہلِ حرم تمام
بچوں کی عورتوں کی اسیری کا اہتمام
بازو بھی ریسمان بھی طوق اور گلو بھی تھا
کامل تھا ظلم آگ بھی تھی اور لہو بھی تھا

(55)

لرزاں مثالِ بید وہ دنیائے آب و گل
وہ کارواں لٹا ہوا لاشوں کے متصل
خیموں کی طرح سینوں میں جلتے ہوئے وہ دل
بچے بھی فرشِ خاک پہ خاموش و مضمحل
نازاں تھے جو حسینؑ پہ وہ دل نہیں رہے
فریاد العطش کے بھی قابل نہیں رہے

(56)

چھائی ہوئی فضا میں الم ناک خامشی
شامل ہوائے دشت میں وہ خون کی تری
بجھتی ہوئی خیام کے شعلوں کی روشنی
وہ غم میں وارثوں کے اسیرانِ زندگی
بیٹھے ہوئے زمیں پہ کلیجوں کو تھام کے
کھوئے ہوئے غریب دھندلکے میں شام کے

(57)

ایسے ہی سوگوار تھے جیسے کہ تھے حسینؑ
یہ صبر کا محل تھا کہ ہنگامِ شور و شین
خود داریوں پہ ان کی فدا جانِ مشرقین
باہر تھے گھر سے کر نہ سکے میتوں پہ بین
غمگیں دلوں پہ جبر قیامت کا سہ گئے
نرغہ تھا دشمنوں کا تو جی گھٹ کے رہ گئے

(58)

بے خانماں تھے اور بھرے گھر کے سوگوار
اکبرؑ کے سوگوار تھے اصغرؑ کے سوگوار
سب ایک سمت جانِ پیمبرؐ کے سوگوار
اللہ ایک دن میں بہتّر کے سوگوار
ایسے میں ضبط سے کوئی کس طرح کام لے
کس کا یہ حوصلہ ہے کہ اشکوں کو تھام لے

(59)

تپتی ہوئی زمیں پہ وہ لاشے اِدھر اُدھر
بھائی کسی کا تھا تو کسی کا جواں پسر
وارث پڑا ہوا تھا کسی کا لہو میں تر
ٹکڑے دل و جگر کے اور اک دور کی نظر
جاتے ہوئے وداع نہ کرنے کو دیکھیے
مقتل سے قیدیوں کے گزرنے کو دیکھیے

(60)

کس درجہ درد ناک تھا رخصت کا یہ سماں
کہتا کسی سے کون کہ خالق نگاہباں
اتنا بھی کوئی پوچھنے والا نہ تھا یہاں
زندوں پہ کیا گزر گئی کشتوں کے درمیاں
یوں تو حرم کی عمر ہی اِس غم میں سب کٹی
کس طرح قتل گاہ میں لیکن یہ شب کٹی

(61)

مشکل کشاؑ کی آل پہ یہ وقتِ بے کسی
مرجائے جانِ فاطمہ پُرسا نہ دے کوئی
اک غم نصیب عمر تھی یہ ایک شب نہ تھی
اس درد کی کسک دلِ فطرت میں رہ گئی
وہ سوز و گداز نمایاں ہے آج تک
اُس دن کی شام شامِ غریباں ہے آج تک

(62)

کیا صبر میں جری تھے اسیرانِ تشنہ لب
ہمراہ جب تو لائے تھے شاہنشہِ عرب
اللہ جانتا ہے اٹھائے ہیں جو تعب
اتنا بھی تو ہُوا نہیں تسکین کا سبب
فطری تھا حق پر اُس کی اجازت نہیں ملی
لاشوں کے دفن کرنے کی مہلت نہیں ملی

(63)

یہ بے وطن غریب مسافر شکستہ حال
جو وارثوں کے سوگ میں کھولے ہوئے تھے بال
جو نیم جاں تھے بھوک سے جو پیاس سے نڈھال
اے نجم آج ان کی سیاست ہے لازوال
حیرت سے شام و کوفہ کے ارکان دنگ تھے
تختے الٹ دیے وہ اسیرانِ جنگ تھے

ہنگامِ عصر ختم ہوئی جنگِ کربلا
اِک دوسرے جہاد کا آغاز ہوگیا
تکمیلِ کار کے لیے بیمارِ غم اُٹھا
اب اُس کے دوش پہ تھا نشاں انقلاب کا
قیدِ ستم میں شیرِ خدا کا ہزبر تھا
تا شام ایک معرکۂ ضبط و صبر تھا